بلوچستان صوبائی اسمبلی

سرکاری رپورٹ/پندرھواں اجلاس

مباحثات2010ء

﴿اجلاس منعقدہ یکم/مارچ 2010ء بمطابق 14/ربیع الاوّل 1431ھ بروز سوموار﴾

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
1	تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ۔	2
2	وقفہ سوالات۔	2
3	رخصت کی درخواستیں۔	4
4	مشترکہ قرارداد نمبر **46** منجانب میر ظہور احمد بلیدی (وزیر جی ڈی اے/ بی سی ڈی اے)۔	5

بلوچستان صوبائی اسمبلی کا اجلاس

مورخہ **یکم**/مارچ 2010ء بمطابق **14**/ربیع الاوّل 1431ھ بروز سوموار بوقت صبح 11 بجکر 35 منٹ پر زیر صدارت جناب ڈپٹی سپیکر سیّد مطیع اللہ آغا بلوچستان صوبائی اسمبلی ہال کوئٹہ میں منعقد ہوا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: السلام علیکم! کارروائی کا آغاز باقاعدہ تلاوت قرآن پاک سے کیا جاتا ہے۔

تلاوت قرآن پاک وترجمہ۔

از

حافظ محمد شعیب آخوندزادہ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم۔

فَتَرَالَّذِيۡنَ فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوۡنَ فِيۡهِمۡ يَقُوۡلُوۡنَ نَخۡشٰٓى اَنۡ تُصِيۡبَنَا دَآئِرَةٌ ؕ
فَعَسَى اللّٰهُ اَنۡ يَّاۡتِىَ بِالۡفَتۡحِ اَوۡ اَمۡرٍ مِّنۡ عِنۡدِهٖ فَيُصۡبِحُوۡا عَلٰى مَاۤ اَسَرُّوۡا فِىۡۤ
اَنۡفُسِهِمۡ نٰدِمِيۡنَ ۝ وَيَقُوۡلُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَهٰٓؤُلَۤاءِ الَّذِيۡنَ اَقۡسَمُوۡا بِاللّٰهِ
جَهۡدَ اَيۡمَانِهِمۡ ۙ اِنَّهُمۡ لَمَعَكُمۡ ؕ حَبِطَتۡ اَعۡمَالُهُمۡ
فَاَصۡبَحُوۡا خٰسِرِيۡنَ ۝ صَدَقَ اللّٰهُ الۡعَظِيۡمِ ۔

﴿پارہ نمبر ۶ سورۃ المائدہ آیت نمبر ۵۲۔۵۳﴾

ترجمہ: آپ دیکھیں گے کہ جن کے دلوں میں بیماری ہے وہ دوڑ دوڑ کر ان میں گھس رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں خطرہ ہے، ایسا نہ ہو کہ کوئی حادثہ ہم پر پڑ جائے بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ فتح دے دے۔ یا اپنے پاس سے کوئی اور چیز لائے پھر تو یہ اپنے دلوں میں چھپائی ہوئی باتوں پر (بے طرح) نادم ہونے لگیں گے۔ اور ایمان والے کہیں گے، کیا یہی وہ لوگ ہیں جو بڑے مبالغہ سے اللہ کی قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ ان کے اعمال غارت ہوئے اور یہ ناکام ہوگئے۔ وَمَا عَلَيۡنَا اِلَّا الۡبَلَاغ۔

وقفہ سوالات

جناب ڈپٹی سپیکر: بسم اللہ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم۔ آغا عرفان صاحب اپنا سوال نمبر دریافت فرمائیں۔

آغا عرفان کریم: جناب سپیکر! کورم پورا نہیں ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: دس منٹ کے لئے گھنٹیاں بجائی جائیں؟

(11 بجکر 38 منٹ پر کورم کی گھنٹیاں بجائی گئیں)

(اجلاس دوبارہ 11 بجکر 40 منٹ پر شروع ہوا)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی آغا صاحب اپنا سوال نمبر پکاریں۔

آغا عرفان کریم: جناب سپیکر صاحب! منسٹر صاحب موجود نہیں ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چونکہ وزیر امور پرورش حیوانات موجود نہیں ہیں۔ لہٰذا سوال نمبر 154 ، 155 ، 156 اور سوال نمبر 157 آئندہ اجلاس کیلئے مؤخر کیئے جاتے ہیں۔ جی آغا عرفان صاحب اگلا سوال نمبر دریافت فرمائیں۔

آغا عرفان کریم: سوال نمبر 158۔

☆158 آغا عرفان کریم: (مورخہ 18/جنوری 2010ء کا مؤخر شدہ)

کیا وزیر ماہی گیری ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے۔ کہ سندھ کے مچھیرے اکثر و بیشتر سمندری حدود کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بلوچستان کی حدود سے مچھلیوں کا شکار کرتے ہیں؟

(ب) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے۔ تو مارچ 2008ء تا حال کسقدر ٹرالرز اور لانچز پکڑی گئی ہیں۔ نیز ان سے کل کسقدر جرمانہ وصول کیا گیا ہے تفصیل دی جائے؟

وزیر ماہی گیری:

(الف) جی ہاں یہ درست ہے۔

(ب) اس ضمن میں تحریر ہے کہ مارچ 2008ء سے لیکر اب تک محکمہ ہذا نے سندھ کے غیر قانونی مچھلی کا شکار کرنے اور بلوچستان کی سمندری حدود کی خلاف ورزی کرنے پر (70) ٹرالرز اور لانچز حراست میں لی ہیں جن سے جرمانہ کی مد میں (10,700,000) ایک کروڑ سات لاکھ وصول کر کے حکومتی خزانے میں جمع کیئے گئے ہیں۔ جسکی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ اور حکومت ان کی روک تھام کیلئے بھرپور کوشش کر رہی ہے۔

میر حمل کلمتی (وزیر ماہی گیری): جواب کو پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جواب کو پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔ جی آغا عرفان صاحب!

آغا عرفان کریم: جناب سپیکر صاحب! ہمارے محترم منسٹر صاحب نے تمام details دی ہیں۔ جو میں نے

سوال کیا تھا جواب سب کچھ complete ہے سر! میں نے اِسے study بھی کیا ہوا ہے اس سے میں مطمئن ہوں۔

……

جناب ڈپٹی سپیکر: تھینک یو۔ وقفہ سوالات ختم۔ سیکرٹری اسمبلی رخصت کی درخواستیں پڑھیں۔

رخصت کی درخواستیں

جناب محمد اعظم داوی (ایڈیشنل سیکرٹری قانون): سردار ثناء اللہ خان زہری، جناب محمد اسماعیل گُجر، میر محمد امین عمرانی، میر محمد صادق عمرانی اور انجینئر زمرک خان وزراء نجی مصروفیات کی بناء پر آج کے اجلاس میں شرکت کرنے سے قاصر ہیں۔ لہٰذا انہوں نے آج کے اجلاس سے رخصت کی استدعا کی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: سوال یہ ہے کہ آیا رخصت کی درخواستیں منظور کی جائیں؟

(رخصتیں منظور ہوئیں)

جناب ڈپٹی سپیکر: شیخ جعفر خان مندوخیل صاحب! اپنی تحریک التوا نمبر 1 پیش کریں۔ چونکہ محرک موجود نہیں ہیں لہٰذا تحریک التوا نمبر 1 پیش نہیں ہوسکی۔

حاجی علی مدد جتک: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی۔

حاجی علی مدد جتک: بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم۔ جناب سپیکر صاحب! اس معزز ایوان میں ہمیشہ جب بھی اسمبلی کا اجلاس ہوتا ہے یا سوال کرنے والا موجود نہیں ہوتا یا جواب دینے والا۔ کم از کم جو سوال کرتا ہے جس منسٹر سے اُس کو موجود ہونا چاہیے یا جو سوال کرتا ہے اسی کو موجود ہونا چاہیے۔ اس معزز ایوان کو پتہ نہیں مذاق بنایا ہوا ہے۔ ان لوگوں کو پابند کیا جائے کہ کم از کم اسمبلی کے اجلاس کے دوران حاضر ہوں۔ اب دیکھیں کورم بھی پورا نہیں تھا جس کی ہمارے معزز ممبر نے نشاندہی کی۔ باید یہ کہ اجلاس میں تمام ساتھیوں کو آنا چاہیے۔ دوسرا یہ کہ جس محکمہ سے سوال کرتے ہیں تو وہ محکمہ بڑی مصیبت اور بڑی خواری سے جواب دیتا ہے مگر وہ خود موجود نہیں ہوتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی جتک صاحب! آپ کی بات بجا ہے۔ بار بار اس پر ہم نے رولنگ بھی دی ہے اور نوٹس بھی لیا ہوا ہے۔ کبھی ایم پی اے موجود نہیں ہوتا ہے کبھی منسٹر۔ ابھی بھی ہم یہ نوٹس سیکرٹری اسمبلی، اور بار بار ہم لوگوں نے یہ نوٹس دیا ہے۔

حاجی علی مدد جتک: تو اِس کا نوٹس لینا چاہیئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ہوگیا جی۔ میر ظہور احمد بلیدی اور میر عبدالرحمٰن مینگل، صوبائی وزراء میں سے کوئی ایک محرک

اپنی مشترکہ قرارداد نمبر 46 پیش کریں۔

مشترکہ قرارداد نمبر 46

میر ظہور احمد بلیدی (وزیر جی ڈی اے/بی سی ڈی اے): یہ ایوان صوبائی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ وہ وفاقی حکومت سے رجوع کرے کہ اس صوبہ کے سب سے اہم پیداواری شعبہ ماہی گیری سے وابستہ ماہی گیر جن کا تعلق مزدور طبقہ سے بنتا ہے۔ لیکن ستم ظریفی یہ ہے کہ اس ملک کے بعض ماہی گیر جن کو انفارمل سیکٹرز میں باقاعدہ مزدور کی حیثیت سے سوشل سیکورٹی میں رجسٹرڈ نہیں کیا گیا ہے۔ جس کی وجہ سے نہ اُن کے روزگار کو کوئی قانونی تحفظ حاصل ہے نہ ان کو سوشل سیکورٹی کے اداروں کی جانب سے کوئی مراعات حاصل ہیں۔ جس طرح بھٹہ مزدور، کوئلہ کی کانوں میں کام کرنے والے مزدور اور خصوصاً شِپ بریکنگ گڈانی میں کام کرنے والے مزدور محکمہ لیبر اینڈ مین پاور کے ادارے سوشل سیکورٹی میں باقاعدہ رجسٹرڈ ہونے کی وجہ سے اُن کے روزگاروں کو قانونی تحفظ حاصل ہے۔ اور سوشل سیکورٹی کے ادارے کی جانب سے مزدوروں کے لئے ہسپتال، اُن کے بچوں کیلئے اسکول، میرج گرانٹ اور ڈیتھ گرانٹ بھی شامل ہیں۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ بلوچستان کا یہ اہم شعبہ ماہی گیری اِن مراعات سے یکسر محروم ہے۔ اور اِن کیلئے لیبر اینڈ مین پاور ڈپارٹمنٹ کی جانب سے کوئی ہاؤسنگ اسکیم نہیں بنائی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ حادثے کی صورت میں اُن کے خاندانوں کے ساتھ کوئی بھی تعاون نہیں کیا جاتا ہے۔ لہٰذا یہ ایوان صوبائی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ وہ وفاقی حکومت سے رجوع کرے کہ صوبہ بلوچستان کے اس اہم شعبہ ماہی گیری کو سوشل سیکورٹی میں باقاعدہ رجسٹریشن کرانے کے اقدامات اُٹھائے تاکہ مزدور طبقے کو ملنے والی مراعات سے بلوچستان کا یہ اہم مزدور طبقہ بھی اپنا جائز فائدہ اُٹھانے اور اُن کے روزگار کو قانونی تحفظ حاصل ہو سکے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: قرارداد نمبر 46 پیش ہوئی۔ کیا محرک اپنی قرارداد کی admissibility پر کچھ بولنا چاہیں گے؟

وزیر جی ڈی اے/بی سی ڈی اے: جی ہاں۔ جناب سپیکر! بلوچستان بہت ہی پسماندہ صوبہ ہے اور یہاں کے لوگ بہت ہی غریب ہیں۔ یہاں کے جو ذرائع آمدنی ہیں وہ زیادہ تر ایگریکلچر اور فشریز پر مشتمل ہیں۔ تو ہمارا جو coast ہے وہ تقریبا گیارہ سو کلومیٹر ہے۔ گڈانی سے جیونی تک وہاں زیادہ تر لوگوں کی گزر بسر ماہی گیری پر ہے۔ لیکن جناب والا! پچھلے 62 سال میں اس پر کوئی توجہ نہیں دی گئی ہے۔ ایک طرف تو ٹرالرز کی وجہ سے اُن کا روزگار تباہ ہوا ہے اور وہ بیروزگار ہوئے ہیں۔ دوسری طرف اُن کیلئے ہماری سرکار کی طرف سے نہ ہمارے

لیبر ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے کوئی سکول ہے نہ ہاسپٹل ہے نہ کوئی ہاؤسنگ اسکیم ہے یا اِس طرح کی دوسری چیزیں۔ تو جناب سپیکر! اب چونکہ ہم اپنے coast کو ڈویلپ کر رہے ہیں گوادر بھی ڈویلپ ہو رہا ہے۔ اور پوری دنیا کی نظریں بلوچستان کے coast پر ہیں۔ اور یہاں تک کہا جا رہا ہے کہ بلوچستان کے coast کی وجہ سے پاکستان کا مستقبل ہے۔ گوادر چونکہ gate-way ہے اور یہاں انٹرنیشنل روٹ ہوگا۔ تو جناب سپیکر! میں اسمبلی کے توسط سے یہ گزارش کرتا ہوں کہ اس کو ایک اہم sector تصور کیا جائے۔ اور جلد از جلد وفاقی لیبر ڈیپارٹمنٹ سے کہا جائے کہ ماہی گیری کو رجسٹرڈ کرے تا کہ اس شعبہ سے تعلق رکھنے والے مزدوروں کو وہ سہولتیں مہیا ہوں جو باقی مزدوروں کو مہیا ہیں۔ تھینک یو جناب سپیکر!

جناب ڈپٹی سپیکر: جی اس قرارداد پر کوئی اور بولنا چاہینگے؟ جی مری صاحب!

میر شاہنواز خان مری (وزیر کھیل وثقافت): بسم اللہ الرَّحمٰن الرَّحیم۔ جناب سپیکر! میں اس قرارداد کی پرزور حمایت کرتا ہوں اور بلیدی صاحب نے بالکل صحیح فرمایا۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو ماہی گیری کا سیکٹر ہے سب سے پہلے تو ہمیں چاہیے کہ ہم اس کو انڈسٹری تصور کریں۔ جب تک اس کو ہم انڈسٹری تصور نہیں کرینگے تو بہت مشکل ہوگا کہ یہ رجسٹرڈ ہو سکے۔ تو میں وزیر انڈسٹریز سے request کرونگا کہ اس کو سب سے پہلے انڈسٹری تصور کیا جائے اسکے بعد اس کو حقوق مِل سکیں گے۔ Thank you very much۔ جی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی وزیر ماہی گیری!

میر حمل کلمتی (وزیر ماہی گیری): شکریہ جناب سپیکر! میں بطور وزیر ماہی گیری ظہور بلیدی اور عبدالرحمٰن مینگل کی مشترکہ قرارداد کی بھرپور حمایت کرتا ہوں۔ اور ساتھ یہ بھی کہتا چلوں کہ بار بار مرکزی حکومت اور وفاقی منسٹر فشریز سے رابطہ کرنے کے باوجود بھی ماہی گیروں کو لیبر کلاس میں شامل نہیں کیا جا رہا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ ماہی گیروں کے ساتھ ایک بہت بڑی زیادتی ہوگی۔ کیونکہ ساحل و وسائل کی تو ہم بات کرتے ہیں لیکن آپ دیکھیں کہ محکمہ ماہی گیری کو پچھلے دو سال سے کوئی ڈویلپمنٹ فنڈ نہیں دیا گیا ہے۔ تو آپ بتائیں کہ ہم ماہی گیری کے شعبے کو کس طرح ترقی دیں اور ماہی گیروں کو کس طرح سہولیات دیں۔ میں اس ایوان کے توسط سے آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ آپ وفاقی لیبر ڈیپارٹمنٹ کو ایک خط لکھیں اور اُن کے ساتھ meeting call کریں کہ فوری طور پر ماہی گیروں کو لیبر کلاس میں شامل کیا جائے تا کہ دوسرے مزدوروں کی طرح ماہی گیر اور اُن کے بچوں کو بھی سہولیات میسر ہوں۔ شکریہ جناب سپیکر!

جناب ڈپٹی سپیکر: جی محترمہ فوزیہ مری صاحبہ!

ڈاکٹر فوزیہ نذیر مری (ممبر پاکستان نرسنگ کونسل): بِسم اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم۔ شکریہ جناب سپیکر! میر ظہور احمد بلیدی اور میر عبدالرحمٰن مینگل صاحب نے جو قرارداد پیش کی میں اُس کی حمایت کرتی ہوں۔ جناب سپیکر! اس میں کوئی شک نہیں کہ سوشل سیکورٹی آرڈیننس 1965 ء کے تحت تمام رجسٹرڈ لیبرز کو زندگی کی بنیادی سہولیات فراہم کرنی ہیں۔ جناب سپیکر! جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ لیبر کسی بھی ملک کی معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔ لیکن بدقسمتی سے ہمارے پاس first May کو ایک سرکاری چُھٹی کے علاوہ آج تک لیبر کے لئے کوئی ایسا نمایاں کام نہیں ہوا ہے جو اُن کی تقدیر بدلنے میں کوئی موقع فراہم کرے۔ جناب سپیکر! آپ کی اجازت اور اس معزز ایوان کے تعاون سے میں اس قرارداد میں ایک ترمیم پیش کرنا چاہتی ہوں۔ جناب سپیکر! ہمارے پاس بلوچستان میں کُنڈ یواری سے گوادر تک بارہ سو کلومیٹر لمبی ساحلی پٹی ہے۔ جس میں لگ بھگ 35 میجر فشنگ اسٹیشنز کام کررہے ہیں۔ ہمارے پاس ماہی گیروں کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ جہاں تک سوشل سیکورٹی میں رجسٹرڈ لیبر کا تعلق ہے تو پورے پاکستان میں اسوقت لاکھوں کی تعداد میں مزدور رجسٹرڈ ہیں لیکن یہ ادارہ اپنے محدود وسائل کی وجہ سے' اُس کی کارکردگی اتنی اچھی نہیں ہے کہ وہ اُن تمام رجسٹرڈ لوگوں کو وہ سہولیات فراہم کرسکے جو اُن کے آرڈیننس میں پیش کئے گئے ہیں۔ لہٰذا اِن تمام باتوں کو مدنظر رکھ کر اگر ہم ماہی گیروں کی رجسٹریشن کے لئے' ایک اُن کا رجسٹریشن سسٹم اور ایک مستقل فنڈ کا قیام قانونی تقاضے پورے کرتے ہوئے اگر محکمہ فشریز میں ایک ایسا سیل قائم کریں جو اِن ماہی گیروں کو رجسٹرڈ بھی کرے اور اِن کی فلاح و بہبود کیلئے کام کرے تاکہ ماہی گیروں کا مستقبل محفوظ ہوسکے۔ جناب سپیکر! آخر میں مَیں یہ کہوں گی کہ ملکی استحکام کیلئے ضروری ہے کہ نشاندہی ہونے کے بعد تمام طبقات کو اُن کے بنیادی حقوق دیئے جائیں۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نسرین کھیتران صاحبہ!

محترمہ نسرین رحمٰن کھیتران: تھینک یو جناب سپیکر! جیسا کہ بھائی نے اور بہن نے بھی کہا کہ ماہی گیری ایک important ڈیپارٹمنٹ ہے۔ اور جبکہ گیارہ سو کلومیٹر کا علاقہ ہمارے پاس بلوچستان میں ہے۔ تو کیا ہم یہ نہیں کرسکتے ؟ وفاق سے ہٹ کر ہمارے پاس اتنے اختیارات نہیں ہیں کہ ہم اپنے مزدوروں کے لئے جو ہمارے پاس محکمہ بھی ہے اور ان کی فلاح و بہبود کے لئے ہم کیوں وفاق پر depend کرتے ہیں؟ میرا یہی question تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی محترمہ!

محترمہ غزالہ گولہ بیگم (وزیر ترقی نسواں): بِسم اللہِ الرحمٰنِ الرَّحِیم۔ مَیں ظہور احمد بلیدی اور عبدالرحمٰن مینگل

صاحب کی قرارداد کی بھرپور حمایت کرتی ہوں۔ اور ہم اس میں یہی چاہیں گے کہ جو مزدور طبقہ ہے جو ہمارے ماہی گیر ہیں وہ ایک غریب مزدور طبقہ ہے اور اُنہیں انفارمل سیکٹر میں اور جو باقاعدہ مزدور اور سیکورٹی سیکٹر میں انہیں رجسٹرڈ کیا جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم نے پہلے بھی home based workers کے لئے بھی ایک قرارداد پیش کی تھی جس کا یہی مقصد تھا کہ تمام ہمارا مزدور طبقہ چاہے وہ خواتین ہیں چاہے وہ مرد ہیں، اُنہیں زندگی کی جو بیسک سہولیات ہیں ضرور دی جائیں۔ تو ہم اپنی اُس قرارداد کے حوالے سے بھی اور آج جو قرارداد پیش ہوئی ہے ہم بالکل دوبارہ اس اسمبلی کے توسط سے کہ اِن کو جو مزدور طبقہ ہے چاہے وہ خواتین ہیں چاہیے ماہی گیر ہیں چاہے home based workers ہیں اُنہیں زندگی کی پوری ضروریات مہیا کی جائیں۔ تھینک یو جی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی محترمہ رقیہ ہاشمی صاحبہ!

ڈاکٹر رقیہ سعید ہاشمی (وزیر بین الصوبائی رابطہ): بسم اللہِ الرحمٰن الرَّحیم ۔ جناب سپیکر! یہ مشترکہ قرارداد جناب ظہور بلیدی صاحب اور عبدالرحمٰن مینگل صاحب نے پیش کی میں ذاتی طور پر اس کی حمایت کرتی ہوں۔ یہاں ایک سوال آپ سے کرنا چاہونگی اس حوالے سے کہ ہم بلوچستان اسمبلی میں قراردادیں تو بہت پیش کرتے ہیں، پچھلے دو سال سے جتنی قرارداد ہم پیش کر چکے ہیں میں آپ کے توسط سے اس معزز ایوان سے یہ پوچھنا چاہونگی کہ کیا اُن میں سے کسی بھی قرارداد پر عملدرآمد ہوا ہے؟ تو پھر ان قراردادوں کا کیا فائدہ ہے۔ اگر قرارداد پر implement نہ ہو تو میرے خیال میں ایسی قرارداد کا کوئی فائدہ نہیں ہم اپنا time ضائع کرتے ہیں۔

Thank you very much

جناب ڈپٹی سپیکر: سوال یہ ہے کہ آیا اس قرارداد کو منظور کیا جائے؟

(قرارداد منظور ہوئی)

جناب ڈپٹی سپیکر: اب اسمبلی کا اجلاس مورخہ۔۔۔۔۔۔(مداخلت)

میر حبیب الرحمٰن محمد حسنی (وزیر بی واسا اور QGWSP): پوائنٹ آف آرڈر جناب سپیکر!

جناب ڈپٹی سپیکر: جی۔

وزیر بی واسا اور QGWSP: شکریہ جناب سپیکر! کچھ مہینے پہلے بھی یہاں ایک قرارداد پیش ہوئی تھی۔ عرب شیخ جو بلوچستان میں شکار کرتے ہیں اُن کو روکنے کے لئے۔ ابھی جیسے بتایا گیا ہے کہ ہم قرارداد پاس کرتے ہیں مگر اس پر عملدرآمد نہیں ہوتا۔ تو یہاں پر ایک قرارداد پیش کی گئی تھی جس پر سارے ممبران نے متفقہ طور پر اس کی

حمایت کی تھی کہ یہاں بلوچستان میں عرب شیخوں کو شکار کے لئے پورے بلوچستان کو الاٹ کیا گیا ہے وہ کس حساب سے الاٹ کیا گیا ہے؟ جبکہ یہ صوبائی حکومت کا کام ہے اور وفاقی حکومت کر رہی ہے۔ یہاں پورے بلوچستان میں مختلف قبائل کی زمینیں ہیں۔ یہاں ان زمینوں کو الاٹ کیا گیا ہے وہ یہاں شکار کرنے آتے ہیں۔ اور تلور کی نسل جو ایک (نایاب) پرندہ ہے ختم ہو رہی ہے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دے رہا ہے۔ یہاں لوگوں کی زرعی زمینوں پر گاڑیاں چلا کر ان کو تباہ کیا جا رہا ہے غریب لوگ ہیں۔ تو میری یہ درخواست ہے کہ جو قرارداد پیش کی گئی تھی اس بارے میں وفاق سے آپ رابطہ کریں کہ اس پر عمل درآمد کیوں نہیں ہو رہا؟ اس سے کافی یہاں کے لوگ چاہتے ہیں کہ یہ نہ ہو۔ یہ دنیا میں کہیں بھی نہیں ہے کہ آپ الاٹمنٹ دیدیں اور ایک limit ہوتا ہے کہ آپ جا کر پانچ، دس یا جتنے پرندے ماردیں یا کوئی جانور ماردیں۔ مگر یہاں ہوتا یہ ہے کہ وہ ہزاروں کی تعداد میں شکار کرتے ہیں جس سے تلور کی نسل ختم ہو رہی ہے۔ اور ہر سال یہ ہوتا ہے جبکہ یہاں کے لوگ چاہتے ہیں کہ یہ نہ ہو اس کے باوجود یہ سلسلہ چل رہا ہے۔ اور بلوچستان کے لوگوں کو اس سے کوئی فائدہ نہیں اور ان علاقوں میں انہوں نے اپنے بندے رکھے ہوئے ہیں ڈرائیور تک وہ باہر سے لاتے ہیں یہاں کے لوگوں کو اتنے تک وہ گوارا نہیں کرتے کہ کم از کم اگر وہ یہاں آتے ہیں تو ان کی گشت کی گاڑیاں ان کے ڈرائیور یا گارڈ وغیرہ یہاں کے مقامی لوگوں کو رکھا جائے مگر یہ بھی دوسرے صوبوں سے لا کر یہاں رکھے جاتے ہیں۔ اس لئے یہاں کے لوگ پریشان ہیں اور یہاں ہمارے فارسٹ اینڈ وائلڈ لائف ڈیپارٹمنٹ سے کوئی پوچھتا بھی نہیں ہے یہ ان کا فرض بنتا ہے کہ ان کو روکا جائے۔ آپ برائے مہربانی رابطہ کریں کہ اس قرارداد پر کیوں عملدرآمد نہیں ہو رہا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: سیکرٹری اسمبلی اس قرارداد کا دوبارہ reminder دیا جائے۔ جی شاہ صاحب!

سید احسان شاہ (وزیر صنعت وحرفت): شکریہ جناب سپیکر! معزز رکن نے منسٹر صاحب نے یہ مسئلہ اُٹھایا کہ عرب شیخوں کا یا باہر سے لوگ یہاں شکار کے لئے آتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اس اسمبلی نے پہلے بھی اس جانب توجہ دلائی ہے کابینہ میں بھی یہ بات آئی ہے۔ لیکن اسکے باوجود اب تک اس پر کوئی عملدرآمد نہیں ہو رہا جس سے صوبے کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ ہمیں اعتماد میں نہیں لیا جاتا۔ جناب والا! میں ذاتی طور پر کہونگا کہ ہمیں اس سے شکایت نہیں ہے کہ دوسرے ممالک سے یہاں شکار کے لئے آتے ہیں۔ ہمارے بھی انکے ساتھ سفارتی رابطے ہیں اور پاکستان کو انٹرنیشنل فورم میں یا گاہ بہ گاہ بہت ساری جگہوں پر اُنکی ضرورت پڑتی ہے۔ لیکن جناب والا! وہ اس انداز سے نہ آئیں کہ جس طرح وہ فاتح کی حیثیت سے آتے ہیں۔ اور جس علاقے میں وہ جاتے ہیں وہاں مقامی لوگ ہیں ان کی عزتِ نفس مجروح ہوتی ہے۔ مثلاً ان کا ایک مخصوص ایریا ہوتا ہے کہ جی وہاں مقامی لوگ

نہیں آسکتے۔ اور اسکے علاوہ مقامی لوگوں کی جتنی جائیدادیں ہیں فصلیں ہیں باغات ہیں بلا روک ٹوک ان کے اندر آنا جانا اور اسی طرح سے ان لوگوں کو بھکاری بنانا مثلاً ایک عرب شیخ آجاتا ہے اور وہ جناب! اعلان کرتا ہے دو چار معتبرین کو اپنے ساتھ ملا کے' کہ فلاں دن شیخ صاحب کی دعوت ہے لوگ وہاں دعوت پر جاتے ہیں اور سب کو ہزار، ہزار دو، دو ہزار روپے لفافوں میں ڈال کر دیئے جاتے ہیں۔ تو اس سے میں سمجھتا ہوں کہ قومی لحاظ سے قومی غیرت کا تقاضا یہ ہے کہ یہ انداز نہ اپنایا جائے۔ وہ عزت کے ساتھ آئیں' جتنے شکار کی ان کو اجازت ہے' سو ڈیڑھ سو دو سو اُسی تعداد میں مار کے واپس جائیں۔ لیکن یہاں ہوتا یہ ہے کہ اس وقت بھی اگر ہم سرکاری طور پر دیکھیں تو ان کو ایک تعداد الاٹ کی جاتی ہے کہ جی یہ علاقہ ہے اور اس علاقے میں آپ اتنے پرندے مار سکتے ہیں لیکن جہاں ان کو سو پرندوں کی اجازت ہوتی ہے وہاں جناب! وہ ہزار مار لیتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے وہاں ہمارے جو مقامی آفیسران ہیں فارسٹ ڈیپارٹمنٹ کے یا مرکزی گورنمنٹ کے یا صوبائی گورنمنٹ کے' اُن کو الگ سے بُلا کے انکے ساتھ لین دین ہوتا ہے اور اس کے بعد جتنا چاہیں وہ شکار کریں۔ تو میری اتنی گزارش ہے کہ وہ اگر آتے ہیں اوّل تو نہ آئیں اگر آتے بھی ہیں تو ضابطے اور اخلاق کے تحت آئیں اور اُس سے ہمیں یہ محسوس نہ ہو کہ وہ فاتح بن کر آئیں جس سے ہماری عزت نفس مجروح ہو۔ شکریہ جناب!

جناب ڈپٹی سپیکر: جی منسٹر لاء صاحبہ!

محترمہ شمع پروین مگسی (وزیر قانون و پارلیمانی امور و انفارمیشن ٹیکنالوجی): شکریہ جناب سپیکر! جیسے کہ ہمارے منسٹر حبیب الرحمٰن صاحب نے ایک اہم ایشو پر بات کی۔ کیونکہ ہمارا یہ وائلڈ لائف کا ڈیپارٹمنٹ ابھی create ہو چکا ہے۔ اس کو ہمیں مضبوط کرنا چاہیے اور یہ ایک بہت اہم ایشو ہے اور اس کو ہماری کابینہ میں بھی discuss کیا گیا ہے۔ تو یہ جو عرب شیخ آتے ہیں جیسے احسان شاہ صاحب نے یہ بات کی کہ عرب شیخوں کے ساتھ اور سعودی گورنمنٹ ہو یا امارات کے دبئی کے شیخ ہیں ہمارے سفارتی تعلقات بہت اچھے ہیں وہ تو ہم خراب نہیں کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن بات یہ ہے کہ ان کو جو جگہ الاٹ کی جاتی ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جو جگہ ان کو ملتی ہے اس کے علاوہ آ کے وہ یہاں جَم جاتے ہیں تو یہ اس طرح محسوس ہوتا ہے کہ یہ پورا علاقہ ان کی اپنی ملکیت ہے۔ جس کی تفصیل ہمارے دونوں منسٹر صاحبان نے بتائی۔ میں دوبارہ اسکی تفصیل میں نہیں جانا چاہتی ہوں لیکن یہ بات میں ضرور کہونگی کہ یہ ایک season ہوتا ہے جس میں اس قسم کے پرندے روس کی طرف سے آجاتے ہیں' تو اس طرح بے دردی سے ان کو مارا جاتا ہے میرے خیال میں دو سال یا چار سال لیکن کچھ عرصے کے بعد یہ پرندے بھی ختم ہو جاتے ہیں۔ اور آج کل سیکورٹی کی وجہ سے یہ خود بھی نہیں آتے ہیں۔

لیکن یہ ہوتا ہے کہ ان کے جو سیکنڈ اِن لائن یا تھرڈ اِن لائن یا فورتھ اِن لائن جو لوگ آتے ہیں انکے ڈرائیور جو اُدھر سے بَدُو آتے ہیں وہ بھی سینکڑوں کی تعداد میں شکار کر کے چلے جاتے ہیں۔ اور ہمارے فارسٹ اور وائلڈ لائف ڈیپارٹمنٹ کے مقامی جو وہاں آفیسران ہیں وہ ان کے ساتھ مل کر شکار کرتے ہیں۔ ہمارے اپنے ایریا میں بھی یہی ہوتا رہتا ہے اور میں نے خود اس کو دیکھا ہے۔ اور وہاں پر ہماری جو زرعی زمینیں ہیں ان کو بالکل انہوں نے خراب کر دیا ہے۔ اور ہمارے لوکل جو یہاں کے لوگ ہیں اور زمیندار ہیں ان کو تو یہ کچھ نہیں سمجھتے ہیں۔ تو اس کا میرے خیال میں سختی سے ایک نوٹس لیا جائے سرکاری سطح پر یہاں بھی اور وفاقی گورنمنٹ کو بھی۔ آپ کے توسط سے اس اسمبلی کے توسط سے ہمارے اس message کو convey کیا جائے۔ تو میں اِنہی الفاظ کے ساتھ آپکا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی پیر صاحب!

پیر عبدالقادر گیلانی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! شکریہ میں بھی یہی محکمہ جنگلات اور عرب شیوخ کے شکار کے بارے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔ اور آپ کی خدمت میں عرض یہ ہے کہ بلوچستان کی جتنی بھی resolutions یہاں سے پاس ہوئی ہیں اور اُن پر کوئی عملدرآمد نہیں ہوا ہے۔ آغازِ حقوق بلوچستان کے اندر ایک بہت اہم بات یہ بھی تھی' اُس کے کتابچے میں بھی یہی لکھا ہوا ہے کہ بلوچستان کی resolutions بلوچستان صوبائی اسمبلی جتنی قراردادیں منظور کرتی ہے اُن کے اُوپر عمل ہو۔ اس سے ہمیں ہماری حکومت کو وفاق سے یہ بات کرنی چاہیے کہ سب سے پہلا جو بلوچستان اور وفاق کے درمیان confidence building measure کے طور پر استعمال ہوسکتا ہے "اعتماد بحال کرنے کے لیے ہوسکتا ہے" وہ کم از کم یہ کیا جائے کہ بلوچستان کی جتنی resolutions ہیں یہاں سے صوبائی اسمبلی پاس کر کے بھیجتی ہے انہیں ردّی کی ٹوکری میں یا کسی cold storage میں پھینکی جاتی ہیں اس طرح نہ کیا جائے اور ان کے اوپر عملدرآمد کیا جائے۔ بلوچستان کے تو آدھے سے زیادہ عوام یہ کہتے ہیں کہ اسمبلی بھی کچھ نہیں کرتی ہے وہ بھی حکومت کے اشاروں پر ناچتی ہے۔ تو کم از کم اتنا بڑا اہم پر الزام لگتا ہے تو کم از کم اسمبلی کی جو بلوچستان کے حقوق کے لیے قراردادیں ہیں انہیں تو سنی جائے۔ اگر کسی نیشنلسٹ کی یا کسی اور کی نہیں سنی جاتی اور انہیں کچھ اور کہا جاتا ہے تو کم از کم اسمبلی کے ممبران کی بات تو سنی جائے اور قراردادوں پر عمل کیا جائے۔ دوسری بات جناب سپیکر! یہ ہے کہ جس طرح تمام اراکین نے اظہار خیال کیا سب کا مؤقف یہی تھا کہ شیخ آتے ہیں اور شکار کرتے ہیں جتنا انہیں کوٹہ ملتا ہے اس کے حساب سے آئیں بطور مہمان ہم مہمان نوازی بھی کرتے ہیں ہم انہیں welcome بھی کرتے ہیں۔

ان کے ساتھ ناخوشگوار واقعہ بھی نہیں ہوتا۔ لیکن مہمان کے بدلے وہ ایک قابض کی طرح آتے ہیں اور ہر شیخ یہ جا کر کہتا ہے کہ فلاں علاقہ 30 سال سے میرے پاس ہے فلاں علاقہ 20 سال سے میرا ہے۔ اور وہ انکی جاگیر نہیں ہیں۔ انہیں وفاقی حکومت اگر دیتی ہے کم از کم بلوچستان حکومت سے علاقے سے consult کیا جائے۔ بلوچستان حکومت کو یہ اختیار کیوں نہیں دیا جاتا کہ وہ فیصلہ کرے؟ جو وفاقی حکومت وہاں سے suggest کرے یا یہاں سے کم از کم بلوچستان کے گورنر یا وزیر اعلیٰ سے مشورہ لے لیا جائے کہ جی ان لوگوں کو لایا جا رہا ہے اس علاقے کے اندر ان کا تحفظ ہو سکتا ہے اور ان سے لوگوں کو کوئی تکلیف نہ پہنچے اور لوگوں کے وہاں problems create نہ ہوں، جس طرح محترمہ پروین مگسی صاحبہ اور احسان شاہ صاحب نے کہا کہ وہ کچھ معتبرین کو بُلا کے لوگوں کو آ کر لفافے پکڑا دیتے ہیں باقی عوام کو کیا ملتا ہے؟ پانچ پانچ مہینے، چھ چھ مہینے ان کے کیمپ لگے ہوتے ہیں بدمعاشی ان کی الگ ہے نوکریاں وہ اپنی مرضی سے دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ اگر شکار کا حق، ٹھیک ہے شکار کی اسلام میں بھی اجازت ہے۔ یہاں پر جو excess پرندے ہوتے ہیں مختلف ہمارے جو wild life reserves ہیں انکے اندر جو excess جانور یا پرندے ہوتے ہیں ان کے شکار کی اجازت ہوتی ہے لیکن فارسٹ رولز کے تحت۔ یہ مجھے بتایا جائے کہ میں صرف آپ کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں کہ یہ کم از کم ہم تمام اراکین کو پوچھنا چاہیے اگر ایک باہر کے مہمان کو یہاں شکار کرنے کا حق ہے تو کم از کم ہمیں یہ بتایا جائے کہ locally ہمارے لوگوں کو کیوں اسکا حق حاصل نہیں ہے؟ اگر وہ excess پرندے ہیں یا جانور ہیں تو ان کے جو پرمٹس اشو ہوتے ہیں، صرف وفاقی حکومت کچھ لوگوں کو کچھ مخصوص لوگوں کو جس طرح سے اسوقت بھی لسبیلہ کے اندر آپ دُریجی میں چلے جائیں پرمٹس اشو ہو رہے ہیں تو وہ صالح بھوتانی صاحب کو اشو ہو رہے ہیں۔ دس پندرہ پرمٹ وہ انگریز لائیں، فوجی لائیں بیوروکریٹس لائیں کوئی سیاستدان لائیں جس کو بھی لائیں شکار کرانے کا انہیں حق حاصل ہے۔ بلوچستان کے دوسرے وائلڈ لائف میں آپ چلے جائیں کسی بھی طرف۔ آپ جوگیزئی کے علاقے میں چلے جائیں وہاں جو پرمٹس اشو ہوتے ہیں وہ صرف کچھ مخصوص لوگوں کو اشو ہوتے ہیں اور ان کے من پسند لوگوں کو وہاں شکار کرنے کی اجازت ہوتی ہے۔ تو کیا قانون کے مطابق ہمارے بلوچستان کے لوگوں کو پاکستان کے لوگوں کو وہاں شکار کرنے کا حق نہیں ہے اور صرف باہر کے جو شیخ آتے ہیں جن سے ہم مجبور ہیں شاید وہ ہمیں پیسے دیتے ہیں یا وہ اتنے influential ہیں کہ وہ پریذیڈنٹ صاحب کو یا آرمی چیف کو یا پرائم منسٹر کو فون کر کے اپنے پرمٹس لیتے ہیں۔ اس کے اوپر جناب سپیکر! میرے خیال میں تمام ممبران کو بات کرنی چاہیے۔ سب سے پہلا اگر حق ہے تو وہ ہمارا ہے اس کے بعد ہمارے کسی مہمان کا۔

اور ہم انہیں welcome بھی کریں گے۔ اور جسطرح سے انہیں allow کیا گیا ہے وہ اپنے limits میں رہیں ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ Thank you very much جناب سپیکر صاحب!

جناب ڈپٹی سپیکر: صحیح ہے۔ جی رقیہ ہاشمی صاحبہ!

ڈاکٹر رقیہ سعید ہاشمی (وزیر بین الصوبائی رابطہ): جناب سپیکر صاحب! بہت بہت مہربانی۔ ایک بہت sensative issue پر ہمارے معزز ممبران بحث کر رہے ہیں۔ میں یہاں آپ سے صرف دو سوال کرنا چاہوں گی۔ کہ جن جن Arab Countries کے لوگوں کو شکار کھیلنے کے لیے جو جگہیں فراہم کی گئی ہیں ان کی list فراہم کی جائے۔ اور second یہ دیکھنا چاہیئے کہ شکار کے لئے جن جن لوگوں کو جگہیں دی گئی ہیں انہوں نے اُن علاقوں کے لیے اس سیکٹرز کے لیے کیا کچھ ڈیویلپمنٹ کی ہے؟ ان کی زندگی بہتر بنانے کے لیے شکار کے بہانے کیا کوئی اچھائی کی ہے؟ تیسری میں یہ کہنا چاہوں گی جس وقت یہ لائسنس یا شکار گاہیں اشو ہوتی ہیں یہاں بلوچستان کی طرف سے کوئی مستقل ممبر اُس کمیٹی میں ہونا چاہیے تا کہ وہ اپنے کیس کو صحیح معنوں میں دیکھتے رہیں اس کا وہ خیال رکھیں۔ Thank you very much

جناب ڈپٹی سپیکر: مولانا واسع صاحب!

مولانا عبدالواسع (سینئر وزیر): شکریہ جناب سپیکر! جن دوستوں نے اس مسئلے پر بات کی اور اس قرارداد کی طرف توجہ مبذول کرائی ہے۔ جہاں تک شکار کا معاملہ ہے عرب شیخ جو ہمارے بلوچستان کے مختلف علاقوں میں آتے ہیں، جیسے کہ شاہ صاحب نے کہا کہ وہ ایک مہمان کے طور پر نہیں بلکہ ایک فاتح کے طور پر اور ایک آقا کے طور پر ہمیں غلام سمجھ کر آتے ہیں۔ جناب سپیکر! آپ کو معلوم ہے کہ اس حوالے سے لوگوں کے لیے اتنی مشکلات ہیں۔ جب یہ مہمان صاحبان آتے ہیں تو انکے آنے سے چھ، سات مہینے یا ایک سال پہلے ان کی ایک ٹیم یہاں آتی ہے اور وہ یہاں پالک اور سبزہ وغیرہ اگاتی ہے۔ اور یہاں غریب لوگوں کی گزر بسر مالداری پر ہے تو جناب سپیکر! وہ ان علاقوں میں ان کے مال مویشیوں کو نہیں چھوڑتے ہیں تا کہ شیخ صاحب کے آنے کے بعد وہ تلور وغیرہ سبزہ پر آ جاتے ہیں۔ جیسا کہ حبیب الرحمٰن صاحب نے کہا کہ لوگوں کے بندات ہیں وہ بے پرواہ ان کی زمینوں پر گاڑیاں چلاتے ہیں۔ وہ لوگوں کو ان کی اپنی زمینوں کے اندر نہیں چھوڑتے ہیں کہ وہ اپنی کچھ خشک آبہ زمینوں کو آباد کریں۔ کیونکہ انکے آنے سے تلور وغیرہ وہاں نہیں آئیں گے۔ تو ان حالات میں وہ لوگ اپنے آپ کو اس زمین کا مالک سمجھتے ہیں نہ وہاں اپنا اختیار استعمال کر سکتے ہیں نہ وہاں مال مویشی چَرا سکتے ہیں۔ اور ساری زحمت ان لوگوں پر گزرتی ہے جو ان زمینوں کے مالک ہیں اور اسی زمین سے کھاتے پیتے ہیں۔

ان کا یہی روزگار ہے اسکے علاوہ ان کے لئے روزگار کے دوسرے مواقع نہیں ہیں۔ تو جناب سپیکر! کچھ دوسری قسم کے حالات بھی ہیں کہ خاران وغیرہ کی طرف میں نے نہیں دیکھا ہے لیکن کچھ عرب مہمانوں نے وہاں کے عوام کی سہولت کے لیے بڑے بڑے ہسپتال اور روڈز بنائے ہیں ڈیولپمنٹ کی ہے۔ جناب سپیکر! ہمارے علاقے یا دوسرے علاقوں میں انہوں نے ایک پائی کی ڈیولپمنٹ بھی نہیں کی ہے۔ یہ خاص مخصوص لوگوں کے ہاتھ میں ہے۔ جیسے کہ شاہ صاحب نے کہا کہ لوگوں کو بھکاری بنا کر ان کو ہزار ہزار یا دو دو ہزار روپے لفافوں میں بند کر کے دیتے ہیں۔ تو جناب سپیکر! ان حالات میں میں سمجھتا ہوں کہ نہ صرف اس اسمبلی میں میرے خیال میں ساری اسمبلی کا اس پر اتفاق ہے اور ان حالات میں بلوچستان حکومت اس پر باقاعدہ فیصلہ کر لے کیونکہ بلوچستان حکومت کو ہمارے وائلڈ لائف محکمے کو اور ہمارے دوسرے ڈیپارٹمنٹس کو کوئی پتہ نہیں ہوتا اُوپر اُوپر سے ان کی الاٹمنٹ ہوتی ہے کہ یہ فلاں شیخ کا علاقہ ہے یہ فلاں شیخ کا علاقہ ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ ہم مہمان نواز لوگ ہیں ہم یہ نہیں چاہتے کہ یہ لوگ ہمارے پاس نہ آ جائیں وہ آ جائیں ہمارے مہمان بن کہ آ جائیں جناب سپیکر! جب آ جائیں ہم ان سے یہی کہیں کہ نہ ہمیں آپ کی ڈیولپمنٹ چاہیئے نہ آپ کی نقدی۔ مہمان کے طور پر رہیں ہم سے مہمان نوازی مانگیں پھر یہاں سے چلے جائیں۔ جناب سپیکر! کیونکہ ہمارے لوگوں کی حالت انہوں نے خراب کر دی ہے۔ وہاں لوگوں کی زمینوں پر انہوں نے قبضہ کیا ہوا ہے لوگ اپنی زمینوں کے اپنے آپ کو مالک نہیں سمجھتے ہیں۔ جناب سپیکر! تو اس حوالے سے میں سمجھتا ہوں کہ اس پر نہ صرف اس اسمبلی کے اندر بلکہ بلوچستان حکومت کابینہ کے حوالے سے ایک اس طرح مضبوط فیصلہ کر کے وفاقی گورنمنٹ کے ساتھ اس پر discuss کر لے کہ ہماری صوبائی حکومت کی اجازت کے بغیر بلوچستان میں کسی بھی مہمان کو آپ زمین الاٹ نہیں کر سکتے۔ جو زمین الاٹ کرنا چاہتے ہیں تو ہم آپ کو بتا دیں گے کہ ادھر لوگوں کی زمینیں نہیں ہیں ادھر ان لوگوں کی ضرویات نہیں ہیں عام میدانوں کو ہم جانتے ہیں کہ یہ کدھر ہیں۔ تو پھر اگر ہم نے مہمان کو لانا ہے تو میں گھر والا ہوں میں لے آؤں پہلے گھر کا مالک میں ہوں لیکن وہ مہمان بن کر یا وہ بنا کے ہماری طرف بھیجتے ہیں۔ تو جناب سپیکر! اس پر اسمبلی کی میرے خیال اس بارے میں اگر پہلی قرارداد ہو تو یہ پوائنٹ اگر قرارداد کی شکل میں تبدیل ہو سکتا ہے تو بھی اور نہ تو اس پر فوراً کابینہ کا اجلاس جب چیف منسٹر صاحب آ جائیں تو کابینہ کے اجلاس میں، یہ سال تو گزر گیا آئندہ کے لیے قانون سازی کر لیں جناب سپیکر! یہ بہت اہم مسئلہ ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس کے خلاف باقاعدہ قرارداد تو پاس ہوئی ہے۔ لہٰذا میں دوبارہ یہی رولنگ دیتا ہوں کہ سیکرٹری اسمبلی اس کو دوبارہ reminder کریں۔ اور آپ یہ بات کابینہ میں اُٹھائیں اور وہاں اپنا فیصلہ

کرلیں۔ اسمبلی کی طرف سے یہ قرارداد پاس ہوئی ہے۔ دوبارہ ہم انشاء اللہ اس کو reminder بھی دیں گے۔ اور اب اسمبلی کا اجلاس مورخہ 4/مارچ 2010ء بوقت 4 بجے سہ پہر تک کے لیے ملتوی کیا جاتا ہے۔

(اسمبلی کا اجلاس دوپہر 12 بجکر 17 منٹ پر اختتام پذیر ہوا)

* * *